❁❁❁ تقریر ❁❁❁

تقریر بابت خاندان مسیح موعودؑ
وقت 5-7 منٹ

حضرت حرمت بی بی صاحبہ المعروف تائی صاحبہ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ (القصص:57)

لیکن اللہ جسے چاہے ہدایت دے سکتا ہے اور وہ ہدایت پانے کے اہل لوگوں کو خوب جانتا ہے۔

معزز سامعین! آج میری تقریر کا موضوع سیرت **"حضرت حرمت بی بی صاحبہ المعروف تائی صاحبہ"** ہے۔

حضرت تائی صاحبہ کا اصل نام حُرمت بی بی تھا اور آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچا جناب مرزا غلام محی الدین صاحب مرحوم کی پلوٹھی بیٹی تھیں اور اس طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چچا زاد بہن اور جناب مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی اہلیہ ہونے کے سبب سے آپؑ کی بھاوج تھیں۔ اِسی رشتہ کے باعث وہ حضرت مصلح موعودؓ اور آپ کے بھائی بہنوں کی تائی کہلاتی تھیں۔ تائی صاحبہ کا لقب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب کی وجہ سے مشہور ہوا۔ چونکہ وہ شروع ہی سے تائی صاحبہ کے پاس بطور بیٹے کے رہتے تھے اور تائی صاحبہ ان کی حقیقی تائی بھی تھیں۔ مرزا سلطان احمد صاحب کے تائی کہنے کی وجہ سے ان کا عرف تائی صاحبہ ہی ہو گیا اور تمام چھوٹے بڑے آپ کو تائی صاحبہ ہی کہتے ہیں۔

تائی صاحبہ کا رشتہ جناب مرزا غلام قادر صاحب مرحوم سے ہوا اور یہ شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی۔ تائی صاحبہ کے بطن سے دو بچے پیدا ہوئے مگر وہ چھوٹی عمر ہی میں فوت ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے مرزا سلطان احمد صاحب کو اپنا بیٹا بنا لیا۔

سامعین! تائی صاحبہ تعلیم یافتہ نہ تھیں مگر تدبُّر، معاملہ فہمی اور انتظامی قابلیت آپ میں بہت تھی۔ اس عہد میں لڑکیوں کی تعلیم کی مخالفت محض اس وجہ سے تھی کہ تعلیم کا انتظام پردہ اور شریفانہ خصائص کو مد نظر رکھ کر نہ ہو سکتا تھا۔ مگر ایسے خاندانوں میں جیسے حضرت صاحب کا خاندان تھا، لڑکیوں کی تربیت اس قسم کی ہوتی تھی کہ وہ خانہ داری ہی کے نہیں بلکہ اپنی ریاستوں کے انتظام بھی نہایت عمدگی سے کر سکیں اور معاملات میں صائب اور صحیح رائے دے سکیں۔ تائی صاحبہ نے باوجود اس کے کہ بچپن میں تعلیم نہ پائی۔ آخر عمر میں محنت کر کے قرآن شریف پڑھ لیا تھا۔ وہ پردہ کی اس حد تک پابند تھیں کہ وہ اپنے گھر سے نکل کر کبھی کسی دوسرے گھر میں نہیں گئی تھیں۔

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ کا بیان ہے کہ 1900ء میں ایک روز صبح کی نماز کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ آج تھوڑی دیر ہوئی عجیب الہام ہوا کہ جو سمجھ نہیں آیا۔ پہلے الہام ہوا: 'تائی آئی'۔ ہمارے تو کوئی تائی ہے نہیں، نہ نزدیک نہ دور، ہاں ہمارے لڑکوں کی تائی ہے جو وہ ہماری دشمن ہے۔ پھر الہام ہوا: 'تار آئی'۔ (تذکرہ)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تار آئی سے یہ مراد تھی کہ یہ خبر گویا خدا تعالیٰ آسمانی تار کے ذریعے دے رہا ہے۔

سامعین! آپ کے انتقال پر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 2 دسمبر 1927ء میں فرمایا کہ

"بعض پیشگوئیاں اور نشانات ظاہر میں گو چھوٹے ہوتے ہیں لیکن ان کی کیفیت پر غور کرنے والوں کے لئے ان میں کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن سے ایمان میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کا ایک پرانا الہام ہے: 'تائی آئی'۔ اس کے متعلق پرانے احمدی بتاتے ہیں کہ اس وقت اس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے تھے۔ سلسلہ کی کتابیں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ محمدی بیگم کی پیشگوئی کے زمانہ میں وہ (تائی صاحبہ) اشد ترین مخالف تھیں۔ چونکہ وہ خاندان میں سب سے بڑی تھیں اس لئے خاندان

کی لیڈر کے لحاظ سے اس وقت وہ اس رشتہ میں روک ڈالنا اپنا فرض سمجھتی تھیں جس کو وہ خاندانی رسوائی کے مترادف سمجھتی تھیں۔ اُس وقت حضرت مسیح موعودؑ کے مسیح ہونے کا دعویٰ ان کے نزدیک اس قدر اہم نہیں تھا جس قدر خاندانی عزت تھی اور یوں بھی چونکہ بڑوں کے لئے چھوٹوں کی اطاعت مشکل ہوتی ہے اور مسیح موعود تائی صاحبہ سے چھوٹے تھے اور انہوں نے جائیداد وغیرہ میں حصہ بھی نہیں لیا تھا۔ اس لئے آپؑ کا کھانا وغیرہ ان کے ہی گھر سے جاتا تھا۔ اس لحاظ سے بھی وہ اپنے آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کی محسنہ سمجھتی تھیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنا دست نگر تصور کرتی تھیں۔ حضورؑ اپنے ایک عربی شعر میں فرماتے ہیں:

لُفَاظَاتُ الْمَوَائِدِ كَانَ أُكُلِیْ

وَصِرْتُ الْيَوْمَ مِطْعَامَ الْأَهَالِیْ

کہ ایک زمانہ تھا جب مَیں دوسروں کے ٹکڑوں پر بسر اوقات کرتا تھا۔ مگر اب خدا نے مجھے ایسی شان عطا کی ہے کہ ہزاروں ہیں جو میرے دستر خوان سے سیر ہوتے ہیں۔

چونکہ حضرت اقدس کی جائیداد علیحدہ نہیں تھی۔ بھائی کے ہی سپرد تھی اور آپؑ میں اس کے سنبھالنے کا احساس بھی نہیں تھا۔ چنانچہ آپ کے والد بھی کہا کرتے تھے کہ یہ جائیداد نہیں سنبھال سکے گا۔ پس اندریں حالات تائی صاحبہ کا ایمان لانا بڑا مشکل امر تھا۔ دلیل اور مذہبی پہلو سے نہیں بلکہ خاندانی لحاظ سے۔ کیونکہ ان کے نزدیک دونوں کی حیثیت آقا و نوکر کی تھی۔ وہ آپ کو ایک غریب آدمی سمجھتی تھیں جو کام وغیرہ کچھ نہیں کرتا تھا اور ان کے ٹکڑوں پر پلا تھا۔ ان حالات میں وہ کبھی گوارا نہ کر سکتی تھیں کہ آپ ان کی بہن کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ وہ چونکہ سب سے بڑی تھیں اس لئے خصوصیت کے ساتھ مخالف تھیں۔ اس زمانہ میں حضورؑ کی مخالفت بہت زیادہ تھی۔ رشتہ داروں نے آپ سے ملنا ترک کر دیا تھا اور آپؑ بھی ان سے نہیں ملتے تھے۔

ان حالات میں یہ قیاس کرنا کہ تائی احمدی ہو جائے گی، بظاہر ایک غیر معمولی بات تھی۔ انسان کا دل بدل سکتا ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ حالات کیا کہتے ہیں؟ ایسے وقت میں آپؑ کو الہام ہوتا ہے 'تائی آئی'۔ تائی صاحبہ حضرت صاحب کی بھاوج تھیں۔ اس لئے ان الفاظ سے یہ مراد تھی کہ آپ اس وقت بیعت کریں گی جس وقت بیعت لینے والے سے ان کا تعلّق تائی کا ہو گا۔ اگر انہوں نے آپؑ کی بیعت کرنی ہوتی تو الہام کے یہ الفاظ ہوتے کہ بھاوج آئی اور اگر حضرت خلیفۃ اوّلؓ کے عہد میں بیعت کرنی ہوتی تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ مسیح موعودؑ کے خاندان کی ایک عورت آئی۔ مگر تائی کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کا لڑکا جب خلیفہ ہو گا تو اس کے ہاتھ پر بیعت کریں گی۔

اس الہام میں دراصل تین پیشگوئیاں ہیں:

اول: یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد میں سے خلیفہ ہو گا۔

دوم: یہ کہ اس وقت تائی صاحبہ جماعت میں شامل ہوں گی۔

تیسرے: تائی صاحبہ کی عمر کے متعلق پیشگوئی تھی اور وہ اس طرح کہ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی اپنی عمر اس وقت 70 سال کے قریب تھی۔ ایک ایسی عورت کے متعلق پیشگوئی کرتے ہیں جو اس وقت بھی عمر میں ان سے بڑی تھی کہ وہ زندہ رہے گی اور آپ کی اولاد سے ایک خلیفہ ہو گا۔ جس کی بیعت میں شامل ہو گی۔ اتنی لمبی عمر کا ملنا بہت بڑی بات ہے۔ انسانی دماغ کسی جوان کے متعلق بھی نہیں کہہ سکتا کہ وہ فلاں وقت تک زندہ رہے گا۔ چہ جائیکہ بوڑھے کے متعلق کہا جائے۔ پس یہ ایک بہت بڑا نشان ہے۔ گویا ان کا بیعت کرنا اور میرے زمانہ میں کرنا پھر حضرت مسیح موعودؑ کے بیٹوں میں سے خلیفہ ہونا کئی ایک پیشگوئیاں ہیں جو دو لفظوں میں بیان ہوئی ہیں۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ جس قسم کی روایات اور احساسات پرانے خاندانوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو مدّ نظر رکھتے ہوئے یہ عظیم الشان تغیّر ہے کہ تائی صاحبہ نے بیعت میں شامل ہونے کے بعد وصیت بھی کر دی تھی۔ پہلے تو وہ اس کی بھی مخالف تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آبائی قبرستان کی بجائے دوسری جگہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ مجھے انہوں نے اس وقت کہلا بھی بھیجا کہ آپؑ کو جدّی قبرستان کی بجائے دوسری جگہ دفن نہ کیا جائے کیونکہ یہ ایک ہتک ہے اور بعد میں بھی کئی سال تک اس پر معترض رہیں۔ مگر پھر ان کی یہ حالت ہو گئی کہ خود وصیت کی اور بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئیں۔ ایک سمجھدار انسان کے لئے یہ بہت بڑا نشان ہے... وہ لوگ جو مانتے نہیں۔ ان کا غور نہ کرنا تو عجیب بات نہیں۔ مگر مان کر غور نہ کرنے والوں کی حالت زیادہ افسوسناک ہے۔ اگر ماننے والے ان نشانات میں غور کریں تو ان کے اندر ایک

عظیم الشان تبدیلی پیدا ہو جائے۔ خدا تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں ان کو حاصل ہوں اور وہ اپنی موجودہ قربانیوں پر غور کر کے شرمندہ ہوں کہ ان کو بہت آگے بڑھنا چاہئے تھا اور وہ مقام جہاں کھڑے ہیں بہت ادنیٰ ہے۔"

سامعین! آپ نے 30 نومبر اور یکم دسمبر 1927ء کی درمیانی شب کو 97 سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ موصیہ تھیں اور بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں مدفون ہوئیں۔

کوئی ضائع نہیں ہوتا جو ترا طالب ہے
کوئی رسوا نہیں ہوتا جو ہے جویاں تیرا
آسماں پر سے فرشتے بھی مدد کرتے ہیں
کوئی ہو جائے اگر بندۂ فرماں تیرا

(اس تقریر کی تیاری میں مکرم مدثر احمد صاحب کے مضمون، ماہنامہ "خالد" نومبر 2010ء سے مدد لی گئی)

✡✡✡✡